شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ کی تعلیمات اور ان کے عالمی اثرات

محمد اویس سرور☆

وہ تمام مصنف اور اہلِ نظر مؤرخین جن کی اسلامی تاریخ پر عمومی اور ہندوستان کی تاریخ پر خصوصی نظر ہے، وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں اسلام کی حفاظت و بقاء اور نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان واعتماد کی بحالی کا وہ عہد ساز اور انقلابی کارنامہ سرانجام دیا جس کو حدیث کی اصطلاح میں ''تجدید'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سنن أبي داؤد اور حدیث کی دوسری معتبر کتابوں میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان موجود ہے:

إنَّ اللّٰهَ يَبعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلىٰ رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَّنْ يُّجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا(۱)

''اللہ تعالیٰ ہر سو سال بعد اس امت میں ایسے شخص کو پیدا فرمائے گا جو دین کی تجدید کرے گا''

اس کارنامہ نے شیخ احمد سرہندی کے سلسلہ میں ایسی شہرت پائی کہ وہ ان کے نام کا قائم مقام بن گیا، جس کی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔

جس معاشرے میں حضرت مجدد الف ثانی نے آنکھ کھولی اس میں سنت و شریعت کی اہمیت علماء راسخین کی ایک قلیل تعداد تک محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ بدعات اکثر کھلے طریقہ پر اور کبھی ''بدعت حسنہ'' کا نقاب اوڑھے مسلم معاشرہ پر مسلط تھیں۔ عالمِ اسلام کی دوسری بڑی سلطنت اور اس میں بسنے والے مسلم معاشرے کا رخ دین حجازی سے وابستگی کے بجائے ہندی فلسفہ، اسلامی تہذیب کو چھوڑ کر ہندی تہذیب اور خالص دین اسلام سے ہٹ کر ''وحدتِ ادیان'' کی طرف جھکا جا رہا تھا۔ بدقسمتی سے اس سازش میں اس عہد کے بعض ذہین ترین اور لائق ترین افراد بھی شامل تھے، اور پوری قوت کے ساتھ ''نیا دور نیا آئین'' اور ''نیا ہزارہ نئی امامت'' کا نعرہ بلند کیا جا رہا تھا۔ کفر و الحاد اور

☆ لیکچرار گورنمنٹ دیال سنگھ کالج، لاہور

بدعت کے اس نظام کی بیخ کنی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک مردِ قلندر شیخ احمد سرہندی کا انتخاب فرمایا، آپ نے گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر آدم گری اور مردم سازی کا کام سرانجام دیا جس کے نتیجہ میں وہ مردانِ کار تیار ہوئے جنھوں نے ہندوستان کے مختلف مرکزی مقامات میں بیٹھ کر اور پھر افغانستان، ترکستان، عراق، شام، ترکی اور حجاز میں پھیل کر اعلاء کلمۃ اللہ، مردہ سنتوں کے احیاء، حمایتِ شریعت اور اماتتِ بدعت کا عظیم الشان کارنامہ سرانجام دیا، وحدۃ الوجود کے داعیوں اور آزاد مشرب صوفیوں کے اثرات کا ازالہ کیا اور بالآخر مردہ معاشرے میں خدا طلبی اور احترامِ شریعت کی روح پھونک کر اسے پھر سے بیدار کر دیا۔

بدقسمتی سے شیخ احمد سرہندی کے مجددانہ کارناموں کو چند ایک امور میں محدود سمجھ لیا جاتا ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات آپ کی حیاتِ مبارکہ کا سرسری مطالعہ کرنے والے یہ تصور قائم کرنے لگتے ہیں کہ آپ کو مجدد قرار دینا محض حسنِ عقیدت اور روایتی خوش اعتقادی کا نتیجہ ہے۔ اس غلط تاثر کے سبب اور اس کی بنیاد کو مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

''وحدتِ وجود اور وحدت شہود کی فنی نکتہ نوازیوں یا شریعت وطریقت کی ملایانہ وصوفیانہ معرکہ آرائیوں کے ہنگاموں میں حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعی اور حقیقی تجدیدی کارنامے کچھ اس طرح رل مل گئے کہ آج حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کو مجدد الف ثانی کہنا بجز ایک روایتی خوش اعتقادی کہ بہ ظاہر اور کسی امر مہم پر مبنی نہیں معلوم ہوتا''(۲)

اس غلط اور حقیقت سے بعید تاثر کے قائم ہونے کی دوسری بڑی وجہ کیا تھی؟ اسے مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''ہمارے علماء اور صوفیاء نے حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب دیکھنا چاہا تو اس ماحول سے جدا کر کے دیکھا، جس میں آپ کا وجود مسعود قدرت کی جانب سے سرزمین ہند کو عطا کیا گیا تھا''(۳)

یہی وجہ ہے کہ عام طور پر وہ اسباب ذہنوں میں موجود نہیں رہتے جن کی بنا پر شیخ احمد سرہندی کو ''مجددیت'' کے عظیم منصب کا اہل قرار دینے کو حق بجانب کہا جا سکے، وہ اسباب اور بنیادی نکات، وہ لازوال کوششیں اور قابلِ قدر مساعی جنھوں نے شیخ احمد سرہندی کو مجدد الف ثانی بنایا، ان کی ایک فہرست ہندوستان کے مایہ ناز مؤرخ اور فکر مجددیہ کے امین مولانا سید ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے پیش فرمائی اور حضرت مجدد الف ثانی کے مجددانہ کارناموں پر انتہائی جامع انداز میں کچھ یوں تبصرہ کیا ہے:

''روح وفکرِ اسلامی کی جلاوتازگی، وقت کے اہم ترین اور سنگین ترین فتنوں کا سدّ باب اور استیصال، نبوت محمدی اور شریعت اسلامی کی صداقت وابدیت پر ازسرِ نو اعتقاد واعتماد بحال کرنا، ریاضت واشراقیت پر مبنی اس روحانی تجربہ اور تلاشِ حقیقت اور خدارسی کی کوشش کی طلسم شکنی جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور اتباع سے بے نیاز ہو، ''ہمہ اوست'' اور وحدۃ الوجود کے عقیدہ اور نظریہ کی پردہ کشائی جو اپنے غلو ومبالغہ اور اشاعت ومقبولیت کے نقطۂ عروج پر پہنچ چکا تھا، اور جس سے عقائد میں تزلزل اور مسلم معاشرہ میں انتشار پیدا ہورہا تھا، اور اس کے متوازی ''وحدۃ الشہود'' کے مسلک ونظریہ کو مدلل ومرتب شکل میں پیش کرنا، بدعات (جنہوں نے ایک مستقل تشریع کی شکل اختیار کرلی تھی) کی کھلی ہوئی تردید ومخالفت حتی کہ ''بدعت حسنہ'' کے وجود سے بھی انکار، اور پھر آخر میں ہندوستان میں اسلام کے اکھڑتے ہوئے قدموں کے جمانے، اکبری عہد کے مخالف اسلام اثرات کے ختم کرنے اور ہندوستان میں ایک ایسا تجدیدی انقلاب لانے کی حکیمانہ اور کامیاب کوشش جس کے نتیجہ میں ایک طرف اکبر کے تخت پر محی الدین اورنگ زیب عالمگیر متمکن ہوتا ہے دوسری طرف حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور ان کے خلفاء وتلامذہ کا سلسلہ وجود میں آتا ہے''(۴)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صرف وحدۃ الوجود کے انکار اور وحدۃ الشہود کے اثبات کو آپ کے مجدد ہونے کی واحد وجہ سمجھ لینا محض لاعلمی کا نتیجہ ہے ورنہ آپ کے تجدید کا دائرہ کار انتہائی وسیع اور قابلِ قدر حد تک پھیلا ہوا ہے۔رہی یہ بات کہ مجدد الف ثانی کی تعلیمات اور آپ کے کارنامۂ تجدید کا مرکزی نقطہ کیا تھا، جس کو آپ کے سارے کارناموں پر فوقیت حاصل ہے؟ تو اس بارے میں اربابِ تاریخ کی رائے میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس اختلاف کا حاصلِ بحث درج ذیل تین نکات کی صورت میں بیان کیا جاسکتا ہے:

(۱) ایک فریق کا کہنا یہ ہے کہ شیخ احمد سرہندی اس لیے مجدد الفِ ثانی کہلانے کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ہندوستان کو اسلام کے لیے دوبارہ بازیاب کیا، اور اس کو برہمنیت یا وحدتِ ادیان کی گود میں جانے کے بجائے دوبارہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور دین حجازی کی نگرانی میں دے دیا۔

(۲) دوسرا فریق یہ کہتا ہے کہ شیخ احمد سرہندی نے طریق پر شریعت کی فوقیت اور بالادستی کو ایسے پراز اعتماد، مبصرانہ وتجربہ کارانہ انداز اور اس قوت ووضاحت کے ساتھ بیان کیا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔اور اس سے طریقت کا شریعت کے تابع بلکہ خادم ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا۔

(۳) تیسرا فریق کہتا ہے کہ انہوں نے ''وحدۃ الوجود'' کے عقیدہ ونظریہ پر وہ کاری ضرب لگائی جو ان سے پہلے کسی نے نہیں لگائی تھی اور پھر اس کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روک دیا، بلکہ اس کا منہ پھیر دیا جس نے آخری صدیوں میں پوری علمی وروحانی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، اور جس کے خلاف کسی پڑھے لکھے شخص کا لب کشائی کرنا بھی اپنی جہالت کا ثبوت دینا اور نصف النہار میں دن ہونے کا انکار کرنا تھا۔(۵)

اس سلسلہ میں سب سے جاندار اور مدلل رائے محقق العصر حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی کی ہے۔مولانا علی میاں کی رائے کے مطابق شیخ احمد سرہندی کا مرکزی تجدیدی کارنامہ ''نبوت محمدی اور اس کی ابدیت وضرورت پر اعتماد کی بحالی اور نبوت محمدی پر ایمان اعتماد کی تجدید'' ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''حقیقت میں ان اصل کارنامہ جس کے جلو میں ان کے سارے تجدیدی کارنامے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں، اور ان کی تجدید کا اصل سرچشمہ جس سے ان کے تمام انقلابی واصلاحی کاموں کے چشمے پھوٹتے ہیں، اور دریا بن کر سارے عالمِ اسلام میں رواں دواں ہوجاتے ہیں، وہ نبوتِ محمدی اور اس کی ابدیت وضرورت پر امت میں اعتماد واعتقاد بحال کرنے اور مستحکم کرنے کا وہ تجدیدی اور انقلابی کارنامہ ہے، جو ان سے پہلے اس تفصیل ووضاحت وقوت کے ساتھ ہمارے علم میں کسی مجدد نے انجام نہیں دیا، شاید یہ اس لئے بھی کہ اس زمانہ میں اس کی ضرورت پیش نہیں آئی، اور اس کے خلاف کوئی منظم تحریک یا فلسفہ سامنے نہیں آیا تھا''(٦)

مولانا محمد عبد الشکور صاحب فاروقی مجددی نے شیخ احمد سرہندی کی جامع مجددیت پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے، جسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ تجدید میں جو جامع مقام آپ کے حصے میں آیا تاریخ میں اس کی دوسری مثال نہیں ملتی:

''آپ سے پہلے جس قدر مجدد صدیوں کے گزرے ہیں کوئی مجدد دین کے تمام شعبوں کا مجدد نہیں ہوا بلکہ خاص خاص شعبوں کے مجدد ہوتے رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک وقت میں متعدد مجدد نظر آتے ہیں، کوئی علمِ حدیث کا، کوئی فقہ کا پھر اس میں بھی کوئی فقہِ حنفی کا مجدد ہے، کوئی فقہ شافعی کا۔کوئی علمِ کلام کا مجدد ہے اور کوئی سلوک واحسان کا، لیکن یہ چیز اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے لئے مخصوص رکھی کہ آپ دین کے تمام شعبوں کے مجدد ہیں، جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ سے پہلے کے مجددین کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت خاص خاص چیزوں میں حاصل تھی اور آپ کو تمام چیزوں میں نیابت حاصل ہوئی''(۷)

آپ کی اصلاحی کوششوں سے جن کا تعلق علمی اور عملی دونوں شعبوں سے ہے صرف ہندوستان ہی کے

مسلمان متاثر نہیں ہوئے، بلکہ جاننے والے جانتے ہیں کہ مختلف اسباب وذرائع ایسے مہیا ہوئے کہ آپ کی مساعی کا اثر قریب قریب تمام اسلامی ممالک پر پڑا جس کا سب سے کھلا ہوا ثبوت یہ ہے کہ سلسلۂ مجددیہ کی ایک مقبول شاخ ''خالدیہ سلسلہ'' کے نام سے عراق اور شام کے علاوہ کل عرب اور خصوصاً ترکی میں بہت زیادہ مقبول ہوئی۔ نیز آپ کے مکاتیب طیبہ خود براہِ راست ان ممالک میں پڑھے گئے اور پڑھے جاتے ہیں جہاں کے باشندے فارسی زبان سمجھتے ہیں، اور جو اس زبان سے ناواقف ہیں، ان تک مکتوبات عربی اور اردو زبانوں میں پہنچائے گئے۔

توحید آپ کی تعلیمات کا بنیادی محور ہے اور آپ نے تصوف اور سیر وسلوک کا مقصد بھی توحید خالص کے حصول کو قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

''سیر وسلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ اور پاک کرنا ہے تا کہ جھوٹے خداؤں کی عبادت سے جو نفسانی خواہشات کے وجود سے پیدا ہوتی ہیں نجات حاصل ہو جائے اور حقیقت میں خدائے واحد و برحق کے سوا کوئی توجہ کا قبلہ نہ رہے'' (۸)

جیسا کہ بیان کیا گیا کہ مجدد الفِ ثانی کے عظیم کارناموں میں سے ایک یہ تھا کہ آپ نے طریقت پر شریعت کی بالادستی کو بڑے واضح، دوٹوک اور جاندار انداز میں ثابت کیا، چنانچہ فرماتے ہیں:

''شریعت کے تین جز ہیں: علم، عمل اور اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جز محقق نہ ہوں شریعت محقق نہیں ہوتی اور جب شریعت حاصل ہوگئی تو گویا حق تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوگئی جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ شریعت دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے اور کوئی ایسا مطلب باقی نہیں جس کے حاصل کرنے کے لئے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی طرف حاجت پڑے۔ طریقت اور حقیقت جن سے صوفیاء ممتاز ہیں شریعت کے تیسرے جز یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کی خادم ہیں۔ پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے'' (۹)

آپ کے زمانے میں ریاضت ومجاہدہ اور باطنی حواس اور طاقتوں پر کلی اعتماد کا جو فتنہ شروع ہوگیا تھا اور چونکہ ہندوستان جوگ اور سنیاس کا ایک اہم مرکز ہونے کی بنا پر اس کا سب سے بڑا نشانہ تھا، اس لئے آپ نے اس فتنہ کے خلاف صدا بلند کی اور اس کی مکروہ شکل سے لوگوں کو باخبر فرمایا، اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''گمراہ لوگوں یعنی ہنود نے بہت ریاضات اور مجاہدے کئے ہیں لیکن جب شریعت کے موافق نہیں تو سب بے اعتبار اور خوار ہیں۔ اگر ان سخت اعمال پر کچھ اجر ثابت ہو بھی جائے تو کسی دنیاوی نفع پر ہی

منحصر ہے اور تمام دنیا ہے ہی کیا کہ اس کے نفع کا اعتبار کیا جائے۔ ان کی مثال خاکروبوں کی سی ہے جن کا کام سب سے زیادہ ہے اور مزدوری سب سے کم ہے"(۱۰)

مجدد الفِ ثانی نے اپنے متعلقین کو بدعت سے مکمل طور پر اجتناب کرنے کی تلقین فرمائی اور اپنے زمانے میں پھیلی ہوئی بدعات کی کھلی ہوئی تردید کی، اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"بزرگی، سنت کی تابعداری پر منحصر ہے اور زیادتی شریعت کی آوری پر منحصر ہے۔ مثلاً دوپہر کا سونا جو اس تابعداری کے باعث واقع ہو، کروڑہا کروڑ شب بیداریوں سے جو اس تابعداری کے موافق نہ ہوں اولیٰ وافضل ہے۔ اسی طرح عید الفطر کا کھانا جس کا شریعت نے حکم دیا ہے خلاف شریعت دائمی روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔ شارع علیہ السلام کے حکم پر پیتل کا دینا اپنی خواہش سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے برتر ہے"(۱۱)

فنا کا درس مکتوبات کے اہم مضامین میں سے ایک ہے:

"جب تک وہ موت جو معروف موت سے پہلے ہے اور اہل اللہ اس کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں ثابت نہ ہو جائے اللہ تعالیٰ کی جناب میں پہنچنا محال ہے۔ بلکہ جھوٹے آفاقی خداؤں کی پرستش سے نجات نہیں مل سکتی۔ اس کے سوا نہ تو اسلام کی حقیقت کا پتہ چلتا ہے اور نہ ہی کمالِ ایمان میسر آتا ہے"(۱۲)

جس زمانے میں آپ نے آنکھ کھولی تو ہر طرف سلوک وطریقت کے حلقہ میں شریعت سے استغناء بلکہ کہیں کہیں انحراف کا فتنہ برپا تھا، آپ نے اس فتنہ کی بھرپور سرکوبی فرمائی اور لوگوں کو اسلام کے مقرر کردہ اعمال کی طرف متوجہ فرمایا، ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"بدنی نیک عملوں کے بجالانے کے بغیر دل کی سلامتی کا دعویٰ کرنا باطل ہے۔ جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح کا ہونا ناممکن ہے ویسے ہی دل کے احوال بدنی نیک اعمال کے بغیر محال ہیں۔ اس زمانے میں اکثر ملحد اس قسم کے دعوے کئے بیٹھے ہیں"(۱۳)

چونکہ دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے، جیسا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ(۱۴)

"دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے"

مجدد الف ثانی کے فرامین میں بھی دنیا کی حقیقت اور حبِ دنیا کے مضرات کو بخوبی بیان کیا گیا ہے، وہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

''دنیا ظاہر میں میٹھی ہے اور صورت میں تازگی رکھتی ہے۔ لیکن حقیقت میں زہر قاتل جھوٹا سبب اور بے ہودہ گرفتاری ہے۔ اس کا مقبول خوار اور اس کا عاشق مجنون ہے۔ اس کا حکم اس نجاست کا سا ہے جو سونے منڈھی ہو۔ اس کی مثال اس زہر کی سی ہے جو شکر میں ملا ہوا ہو۔ عقل مند وہ ہے جو ایسے کھوٹے متاع پر فریفتہ نہ ہو اور ایسے خراب اسباب کا گرفتار نہ ہو۔ داناؤں نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ میں سے کسی عقل مند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہئے جو دنیا سے بے رغبت ہے''(۱۵)

اسی طرح ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

''سعادت مند آدمی وہ ہے جس کا دل دنیا کی محبت سے سرد ہو گیا ہو اور حق سبحانہ کی محبت کی گرمی سے گرم ہو گیا ہو۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سردار۔ کیونکہ دنیا حق تعالیٰ کی مغضوبہ ہے اور جب سے اللہ تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا ہے اس کی طرف نہیں دیکھا''(۱۶)

ہمارے ہاں ترکِ دنیا کا عام طور پر یہ مفہوم سمجھ لیا جاتا ہے کہ اسبابِ تعیش کو خیر باد کہہ کر راہبانہ طرزِ بود و باش اختیار کر لیا جائے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ دنیا کی تمام لذتوں سے اپنے دامن کو بچانا ہی زہد اور ترکِ دنیا ہے۔ جبکہ اسلام کا تصور اس بارے میں وہ نہیں جو اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، حضرت مجدد الف ثانی نے اس گمانِ باطل کی نفی فرمائی اور ترکِ دنیا کے درست مفہوم کو یوں بیان کیا:

''دنیا کے ترک کی حقیقت سے مراد اس میں رغبت کا ترک کرنا ہے اور رغبت کا ترک کرنا اس وقت ثابت ہوتا ہے جبکہ اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو جائے اور اس مطلب کا حاصل ہونا جمعیت والے لوگوں کی صحبت کے بغیر مشکل ہے۔ ان بزرگوں کی صحبت اگر حاصل ہو جائے تو غنیمت جاننا چاہئے اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کرنا چاہئے''(۱۷)

آپ نے عوام کے دلوں میں اہلِ علم و کرم کے گرتے ہوئے اعتماد کو سنبھالا اور ان دونوں طبقات کے درمیان پیدا ہونے والے خلا کو پر کرنے کی کوشش فرمائی، اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''آپ خوب سمجھ لیں کہ اس گروہ یعنی اہل اللہ کا انکار زہر قاتل ہے اور بزرگوں کے اقوال و افعال پر اعتراض کرنا زہر افعی ہے جو ہمیشہ کی موت اور دائمی ہلاکت میں ڈالتا ہے''(۱۸)

شیخ احمد سرہندی مجدد الفِ ثانی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد تھے اور حنفی مذہب پر کامل اعتماد کرتے تھے، فقہِ حنفی کے متعلق آپ کے جذبات انتہائی قابلِ قدر ہیں۔ اپنے ایک مکتوب میں آپ نے اپنے احساسات کو کچھ یوں

بیان فرمایا:

میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذاہب حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں اور ظاہر میں بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اہل اسلام سے سواد اعظم یعنی بہت زیادہ لوگ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے تابعدار ہیں۔ یہ مذہب باوجود بہت سے تابع داروں کے اصول وفروع میں تمام مذہبوں سے الگ ہے اور استنباط میں اس کا طریق علیحدہ ہے اور یہ معنی اس کی حقیقت یعنی حق ہونے کا پتہ بتاتے ہیں"(۱۹)

سنت وشریعت پر چلنے والوں کی حوصلہ افزائی آپ کے مکتوبات کا اہم موضوع ہے، آپ بیشتر اوقات اپنے متعلقین کو دینِ حق پر جمنے اور اس راہ میں آنے والی تکالیف پر صبر کا دامن تھامنے کی نصیحت فرماتے نظر آتے ہیں، ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"لوگوں کے کہنے سننے سے آزردہ نہ ہوں۔ وہ باتیں جو آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں جب آپ میں نہ ہوں تو کچھ غم نہیں۔ یہ کس قدر بڑی دولت ہے کہ لوگ کسی کو برا جانیں اور وہ حقیقت میں نیک ہو۔ ہاں اگر اس قضیہ کا عکس ثابت ہو تو پھر سراسر خطرے کا مقام ہے (یعنی لوگ کسی کو نیک جانیں اور وہ حقیقت میں بد ہو)(۲۰)

تقویٰ کا اہتمام اور مشتبہات سے گریز کی ترغیب آپ کی کی تعلیمات میں اکثر دکھائی دیتی ہے، ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں پر مباحات کا دائرہ وسیع کیا ہے، وہ شخص بہت ہی بد بخت ہے جو اپنی تنگ دلی کے باعث اس وسعت کو تنگ خیال کرکے اس دائرہ وسیع کے باہر قدم رکھے اور حدودشرعیہ سے نکل کر مشتبہ اور محرم میں جا پڑے۔ حدود شرعیہ کو لازم پکڑنا چاہئے اور ان حدود سے سرمو تجاوز نہ کرنا چاہئے۔ رسم وعادت کے طور پر نماز پڑھنے والے اور روزہ رکھنے والے بہت ہیں لیکن پرہیز گار جو حدود شرعیہ کی محافظت کریں بہت کم ہیں۔ وہ فرق کرنے والی شے جو حق کو باطل سے اور جھوٹے کو سچے سے جدا کرے یہی پرہیز گاری ہے کیونکہ روزہ تو سچا اور جھوٹا دونوں رکھتے ہیں"(۲۱)

آپ نے اپنے خطاب میں بہت سے مقامات پر جوانوں کو خطاب کرتے ہوئے انہیں دین وشریعت کا دامن تھامنے کی تلقین کی اور انہیں باور کرایا کہ جوانی کے زمانے میں کیے گئے اعمال شہوانی رکاوٹوں کے غالب ہونے کی وجہ سے کئی گنا زیادہ اجر رکھتے ہیں، اپنے ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں:

''جوانی کے زمانہ کا آغاز جس طرح ہوائی وہوس کا وقت ہے اسی طرح علم وعمل کے حاصل کرنے کا بھی یہی وقت ہے۔ وہ عمل جو اس وقت میں نفس کی غضبی اور شہوانی رکاوٹوں کے غالب ہونے کے باوجود شریعت مطہرہ کے مطابق کیا جائے اس عمل سے جو جوانی کے سوا اور وقت میں ادا کیا جائے کئی گنا زیادہ اعتبار و اعتماد رکھتا ہے۔ کیونکہ رکاوٹ کا ہونا جو رنج ومحنت کا باعث ہے عمل کی شان کو آسمان تک بلند کر دیتا ہے اور مانع کا نہ ہونا جس میں کسی قسم کی کوشش وتکلیف نہیں عمل کے معاملہ کو زمین پر ڈال دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواص انسان خواص فرشتوں سے افضل ہیں۔ کیونکہ انسان کی طاعت موانع کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی طاعت موانع کے بغیر ہے''(۲۲)

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری

وقت پیری گرگ زادہ می شود پرہیزگار

مکتوبات امام ربانی میں جامعیت اور اختصار کا پہلو انتہائی وضاحت کے ساتھ نظر آتا ہے، چنانچہ اپنے صاحبزادے کے نام لکھے گئے ایک مکتوب میں ایک جملہ ارشاد فرمایا جو ''ماقل ودل'' اور ''عظ وأوجز'' کا بہترین مصداق ہے:

''دل کو ماسوی اللہ کی گرفتاری سے آزاد کریں اور ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ پیراستہ رکھیں''(۲۳)

''مسئلہ تکفیر'' ہمیشہ سے اہل علم کے درمیان انتہائی اہمیت کا حامل رہا ہے، بہت سے ایسے مسلمان جنہیں تکفیر کے اسباب، اصول اور ضوابط سے ادنیٰ مناسبت بھی نہیں، لیکن دوسرے مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگانا ان کے لئے معمول کی بات ہے۔ مسلک پروری اور فرقۂ واریت کے شکار مسلم معاشرے اور ان خطرناک حالات کے تناظر میں اس مسئلہ کو سمجھنے اور اس کی حقیقی روح کو فروغ دینے کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے، اس بارے میں تاریخ اسلام کے مایہ ناز مجدد کی رائے ملاحظہ فرمایئے:

''مسلمانی اور مہربانی کا طریق یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی ایسا کلمہ صادر ہوا ہو جو بظاہر علوم شرعیہ کے مخالف ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا کہنے والا کون ہے؟ اگر ملحد وزندیق ہو تو اس کو رد کرنا چاہئے اور اس کی اصلاح میں کوشش نہ کرنی چاہئے۔ اور اگر اس کلمہ کا کہنے والا مسلمان ہو اور اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہو تو اس کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اور اس کے واسطے محمل صحیح پیدا کرنا چاہئے یا اس کے کہنے والے سے اس کا حل طلب کرنا چاہئے۔ اگر اس کے حل کرنے سے عاجز ہو تو اس کو نصیحت کرنی چاہئے اور نرمی کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہئے''(۲۴)

مجدد صاحب رحمہ اللہ کا یہ جملہ ''اس کے کہنے والے سے اس کا حل طلب کرنا چاہئے'' اس قدر قیمتی ہے کہ اس ایک جملے پر عمل موجودہ دور میں پائی جانے والی فرقہ واریت کی آگ کو بجھا سکتا ہے، کیونکہ ہمارے فرقہ وارانہ مسائل کی بنیاد یہی ہے کہ ہم کسی دوسرے کے کلام کی شرح وتوضیح کا بیڑا اٹھا لیتے ہیں اور پھر اپنی کی گئی تفسیر وتشریح کی روشنی میں اس پر فتوی بھی جاری کر چھوڑتے ہیں۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ صاحبِ کلام سے اس کے کلام کی تفسیر پوچھی جائے اور پھر اس کی تفسیر پر اعتماد بھی کیا جائے۔

اپنے ایک مکتوب میں آپ نے اپنے متعلقین کو بارہ ضروری نصیحتیں فرمائیں اور اس بات کی تلقین کی کہ وہ انہیں حرزِ جان بنا کر رکھیں اور دستورِ زندگی کی حیثیت سے ان پر عمل پیرا ہوں، ان بارہ نصیحتوں کو مجدد الف ثانی کی تعلیمات کا خلاصہ قرار دیا جا سکتا ہے:

۱۔ اپنے عقائد کو فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت والجماعۃ کے عقائد کے مطابق درست کریں۔

۲۔ عقائد کے درست کرنے کے بعد احکام فقہیہ کے مطابق عمل بجالائیں۔ کیونکہ جس چیز کا امر ہو چکا ہے اس کا بجالانا ضروری ہے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہے اس سے ہٹ جانا لازم ہے۔

۳۔ پانچ وقت نماز کو سستی اور کاہلی کے بغیر شرائط اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کریں۔

۴۔ نصاب کے حاصل ہونے پر زکوۃ ادا کریں۔ امام اعظم رحمہ اللہ نے عورتوں کے زیور پر بھی زکوۃ کا ادا کرنا فرمایا ہے۔

۵۔ اپنے اوقات کھیل کود میں صرف نہ کریں اور قیمتی عمر کو بے ہودہ امور میں ضائع نہ کریں۔

۶۔ سرود ونغمہ یعنی گانے بجانے کی خواہش نہ کریں اور اس کی لذت پر فریفتہ نہ ہوں۔ یہ ایک قسم کا زہر ہے جو شہد میں ملا ہوا ہے اور سم قاتل ہے جو شکر سے آلودہ ہے۔

۷۔ لوگوں کی غیبت اور سخن چینی سے اپنے آپ کو بچائیں۔ شریعت میں ان دونوں بری خصلتوں کے حق میں بڑی وعید آئی ہے۔

۸۔ جہاں تک ہو سکے جھوٹ بولنے اور بہتان لگانے سے پرہیز کریں کیونکہ یہ دونوں بری عادتیں تمام مذاہب میں حرام ہیں اور ان کے کرنے والے پر بڑی وعید آئی ہے۔

۹۔ لوگوں کے عیبوں اور گناہوں کا ڈھانپنا اور ان کے قصوروں سے درگزر کرنا اور انہیں معاف کرنا بڑے عالی حوصلہ والے لوگوں کا کام ہے۔

۱۰۔ غلاموں اور ماتحتوں پر مشفق اور مہربان رہنا چاہئے اور ان کے قصوروں پر مواخذہ نہ کرنا چاہئے اور موقع و بے موقع ان بے چاروں کو مارنا، کوٹنا، گالی دینا اور ایذا پہنچانا مناسب نہیں ہے۔

۱۱۔ اپنی کوتاہیوں کو نظر کے سامنے رکھنا چاہئے جو ہر ساعت حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی نسبت وقوع میں آرہی ہیں اور حق تعالیٰ ان کے مواخذہ میں جلدی نہیں کرتا اور روزی کو نہیں روکتا۔

۱۲۔ عقائد کے درست کرنے اور احکام فقہیہ کو بجالانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکرِ الٰہی میں بسر کریں اور جس طرح کا طریق سیکھا ہوا ہے اسی طرح عمل میں لائیں اور جو کچھ اس کے منافی ہو اور اس کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے اجتناب کریں۔ (۲۵)

اللہ تعالیٰ نے مجدّد الفِ ثانی کو مرکزِ ہدایت، آفتابِ رشد اور سراپائے خیر بنایا تھا، آپ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی بہت سی مخلوق کا تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات عالی سے قائم ہوا، آپ نے اللہ کے بندوں کو بندوں کی بندگی سے نکال کر اللہ کا بندہ بنایا اور آپ کی اخلاص وللّٰہیت سے بھرپور دعوت نے باطل کی جڑیں کھوکھلی کر کے اس کے شجر کو زمین بوس کر دیا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی نے جہانگیر کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اس نے ناراض ہو کر آپ کو گوالیار کے قلعہ میں نظر بند کرنے کا حکم دے دیا، (۲۶) گوالیار میں آپ کی یہ نظر بندی بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی تھی، یہاں اللہ تعالیٰ نے آپ سے سنت یوسفی کو زندہ کرایا اور آپ کی دعوت وتبلیغ اور صحبت کی برکت سے سینکڑوں قیدی مشرف باسلام ہوئے۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے اپنی کتاب (The Preaching of Islam) میں لکھا ہے:

''شہنشاہ جہانگیر (۱۶۰۵۔۱۶۲۸ء) کے عہد میں ایک سنی عالمِ دین شیخ احمد مجدد نامی تھے، جو شیعی عقائد کی تردید میں خاص طور پر مشہور تھے، شیعوں کو اس وقت دربار میں رسوخ حاصل تھا، ان لوگوں نے کسی بہانہ سے انہیں قید کرا دیا، دو برس وہ قید میں رہے اور اس مدت میں انہوں نے اپنے رفقائے زنداں میں سینکڑوں بت پرستوں کو حلقہ بگوش بنالیا'' (۲۷)

اسی طرح Encyclopedia of Religion and Ethics (مذہب واخلاقیات کا دائرۃ المعارف) میں تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں ہے:

''ہندوستان میں سترہویں صدی میں ایک عالم جن کا نام شیخ احمد مجدد تھا، جو ناحق قید کر دیئے گئے تھے، ان کے متعلق روایت ہے کہ انہوں نے قید خانہ کے ساتھیوں میں سے کئی بت پرستوں کو مسلمان بنالیا'' (۲۸)

حضرت مجدد الف ثانی کے اخلاص کا نتیجہ تھا کہ بارہویں صدی ہجری کے نصف اول ہی میں ہندوستان سے ترکستان تک مجددی خانقاہیں اور ہدایت وارشاد کے مراکز قائم ہو چکے تھے، سلسلۂ مجددیہ کے مشائخ اور علماء نے مکتوبات کے مستند عربی ترجمے کر کے بیشتر اسلامی ممالک میں پھیلا دیئے تھے۔ شیخ محمد مراد مکی قزانی نے حضرت مجدد اور ان کی اولاد واحفاد اور ان کے سلسلہ کے عرب وترک مشائخ کا عربی میں تعارف کرایا جو ''ذیل الرشحات'' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ نیز انہوں نے مکتوبات کا ترجمہ بھی کیا جو ''الدرر المکنونات النفیسۃ'' کے نام سے شائع ہوا۔اس ترجمہ کا ایک ایڈیشن ۲۰۰۲ء بمطابق ۱۴۲۳ھ میں استنبول کے ''مکتبۃ الحقیقۃ'' سے شائع ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد رحمہ اللہ کو علماء کے دلوں میں عظیم مقام عطا فرمایا جس کی ایک مثال یہ ہے کہ سر آمد علمائے روزگار علامہ شہاب الدین محمود آلوسی (م ۱۲۷۰ھ) اپنی شہرۂ آفاق تفسیر ''روح المعانی'' میں مجدد صاحب کا نام بڑے احترام سے لیتے ہیں اور مکتوبات کے اقتباسات بکثرت پیش فرماتے ہیں۔علامہ آلوسی آپ کے خاص خاص نظریات اور جدید تعبیرات کو پیش کرتے ہیں اور بڑے افتخار وناز سے پیش کرتے ہیں، اور بعض اوقات اہم مسائل کے تصفیہ میں سند کے طور پر ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔ایک مقام پر اس انداز میں حضرت مجدد الف ثانی کا ذکر فرمایا:

''وقد شنع الشیخ أحمد الفاروقی السرهندی المشهور بالإمام الربانی فی مکتوباته علی من قال ذالک قاصدا ما ذکر أتم تشنیع کما هو عادته جزاه الله تعالیٰ خیرا فیمن لم یتأدب بآداب الشریعة الغراء''(۲۹)

اسی طرح علامہ آلوسی نے ایک اور مقام پر حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''واختاره الإمام الربانی الفاروقی السرهندی قدس سره أنهم یحشرون ثم یصیرون ترابا کالوحوش''(۳۰)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مجدد الف ثانی کے سلسلہ کو قبولِ عام عطا کیا اور ان کی اصلاحی وتجدیدی مساعی کو تائید غیبی سے بار آور اور برثمر فرمایا۔ شیخ احمد سرہندی کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد معصوم کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ اپنے والد ماجد کی طرح اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے، آپ نے دنیا کو روشن کردیا، اور اپنے توجہات اور بلند حالات کی برکت سے جہالت وبدعت کی تاریکیوں کو کافور کردیا، ہزاروں انسان اسرارِ الٰہی کے محرم ہوئے اور آپ کے شرفِ صحبت کے سبب بلند حالات تک پہنچے، کہا جاتا ہے کہ نوے لاکھ انسانوں نے آپ سے بیعت کی جن میں

آپ کے خلفاء کی تعداد سات ہزار ہے، جن میں شیخ حبیب اللہ بخاری بھی تھے، جو اپنے زمانے میں خراسان وماوراء النہر کے سب سے بڑے شیخ تھے، آپ کی وجہ سے بخارا کی فضائیں بدعت کی تاریکیوں کے بعد سنت کی روشنیوں سے معمور ہوگئیں آپ نے چار ہزار مریدوں کو باکمال بنا کر خلافت واجازت سے سرفراز کیا۔(۳۱)

نواب صدیق حسن خان صاحب باوجود یہ کہ مسلکاً اہلِ حدیث اور اپنے مسلک میں بڑے راسخ اور اس کے پرجوش داعی تھے، جبکہ شیخ احمد سرہندی ایک راسخ حنفی اور فقہِ حنفی پر بڑا گہرا اعتماد ویقین رکھنے والے ایک صوفی تھے، لیکن نواب صدیق حسن خان صاحب نے شیخ سرہندی کے بارے عقیدت کے جن جذبات کا اظہار کیا ہے ان کا تذکرہ یہاں ضروری محسوس ہوتا ہے، وہ اپنی کتاب ''تقصار جنود الاحرار'' میں مجددالفِ ثانی کے متعلق لکھتے ہیں:

''آپ عالم، عارف، کامل ومکمل تھے، اپنے زمانہ میں طریقۂ نقشبندیہ کے امام تھے، صوفیوں کے لئے سلوک کے راستوں میں مجدد اور معرفت خداوندی اور مقامات کی انتہاء پر پہنچے ہوئے تھے، علوِعلم اور کمالِ تبحر میں ان کو جو مقام حاصل تھا وہ ان کے مکتوبات سے پوری طرح عیاں اور واضح ہورہا ہے۔ اتباعِ سنت اور ترکِ بدعت پر حریص تھے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور مرزا جانِ جاناں جیسے حضرات کا ان کے سلسلۂ طریق میں داخل ہونا ان کی قدر ومنزلت معلوم کرنے کے لئے کافی ہے، خلاصہ یہ کہ اپنے زمانہ میں اہلِ سنت والجماعت کے امام تھے، ظاہر وباطن میں ان کا طریقۂ عالیہ کتاب وسنت پر مبنی ہے۔ اور جو چیز ان دونوں محکم اصولوں کے خلاف ہو وہ ان کے طریقہ میں مقبول نہیں۔ معرفت وقبول کی منزلوں پر پہنچنے کے لئے یہ مکتوبات اصول عظیمہ ہیں، طالبِ صادق اور سالکِ راغب کو کسی وقت مکتوبات کے مطالعہ سے بے نیازی حاصل نہیں''(۳۲)

علامہ محمد اقبال جب مجددالفِ ثانی کے مزار پر حاضر ہوئے تو ان کی زبان سے بے ساختہ عقیدت ومحبت کے یہ پھول نچھاور ہوئے، اور انہوں نے ہندوستان میں اسلام کا پرچم بلند کرنے والے مردقلندر اور صاحبِ اسرار بطلِ عظمت کی خدمت یہ نذرانہ پیش کیا:

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار

وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار (۳۳)

ہم اپنی گفتگو کو برصغیر پاک وہند کے مایہ ناز سیرت نگار اور مؤرخ اسلام مولانا سید سلیمان ندوی کی اس بلیغ عبارت پر ختم کرتے ہیں، جسے پڑھ کر دل میں عظمت مجددیہ کا چراغ روشن ہوگا اور اس چراغ کی روشنی میں اسلام اور اہلِ اسلام کی عظمتوں کو جاننے میں مدد ملے گی، مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

''اس غفلت کی نیند پر چارسو برس گزر گئے اور مسافر کے آغازِ سفر پر ہزارواں برس گذر رہا تھا، یہ اکبر کا دور تھا جب عجم کے ایک جادوگر نے آکر بادشاہ کے کان میں یہ منتر پھونکا کہ دینِ عربی کی ہزار سالہ عمر پوری ہوگئی، اب وقت ہے کہ ایک شہنشاہ امی کے ذریعہ نبی امی علیہ الصلاۃ والسلام کا دین منسوخ ہوکر دینِ الٰہی کا ظہور ہو، مجوسیوں نے آتش کدے گرمائے، عیسائیوں نے ناقوس بجائے، برہمنوں نے بت آراستہ کیے، اور جوگ وتصوف نے مل کر کعبہ اور بت خانہ کو ایک ہی چراغ سے روشن کرنے پر اصرار کیا، اس بیچ میل تحریک کا جو اثر ہوا اس کی تصویر اگر کوئی دیکھنا چاہے تو ''دبستانِ مذاہب'' کا مطالعہ کرے، کتنے زناداروں کے ہاتھوں میں تسبیح اور کتنے تسبیح خوانوں کے گلوں میں زنار نظر آئیں گے! بادشاہی آستانہ پر کتنے امیروں کے سرسجدہ میں پڑے اور شہنشاہ کے دربار میں کتنے دستار بند کھڑے دکھائی دیں گے، اور مسجدوں کے منبر سے یہ صدا سنائی دے گی:

تعالیٰ شانہ، اللہ اکبر!

یہ ہو ہی رہا تھا کہ سرہند کی سمت سے ایک پکارنے والے کی آواز آئی: ''راستہ صاف کرو کہ راستہ کا چلنے والا آتا ہے'' ایک فاروقی مجدد، فاروقی شان سے ظاہر ہوا، یہ احمد سرہندی تھے'' (۳۴)

حوالہ جات وحواشی

(۱) سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب ما يذكر في قرن المائة، رقم:۴۲۹۱، كنز العمال، رقم:۳۴۶۲۳ (۱۹۳/۱۲)، المعجم الكبير للطبراني، رقم:۱۱۱۸ (۴۶۷/۱۹)، المستدرك على الصحيحين للحاكم، رقم:۸۵۹۲ (۱۱۱/۷)

(۲) تذکرۂ مجدد الف ثانی، ص:۲۴

(۳) تذکرۂ مجدد الف ثانی، ص:۲۵

(۴) تاریخ دعوت وعزیمت، حصۂ چہارم، تذکرہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ، ص:۱۸۶

(۵) تاریخ دعوت وعزیمت، حصۂ چہارم، تذکرہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ، ص:۱۸۷۔۱۸۸ (اختصار وترمیم کے ساتھ)

(۶) تاریخ دعوت وعزیمت، حصۂ چہارم، تذکرہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ، ص:۱۸۹

(۷) تذکرۂ مجدد الف ثانی، ص:۲۷۶

(۸) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۳۵، ص:۳۲

(۹) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۳۶، ص:۳۲

(۱۰) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۱۱۴، ص:۸۴

(۱۱) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۱۱۴، ص:۸۴

(۱۲) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب ۲۱، ص:۲۴

(۱۳) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۳۹، ص:۳۸

(۱۴) کنز العمال، رقم:۶۱۱۴ (۳۵۳/۳) حلیۃ الأولیاء (۳۸۸/۶)

(۱۵) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۵۰، ص:۴۲

(۱۶) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۱۹۷، ص:۱۲۱

(۱۷) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۱۹۷، ص:۱۲۲

(۱۸) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۳۱۳، ص:۲۰۹

(۱۹) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب:۵۵، ص:۲۸۴

(۲۰) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر اول، مکتوب:۱۴۹، ص:۸۴

(۲۱) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر دوم، مکتوب:۸۱، ص:۳۱۴

(۲۲) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر سوم، مکتوب:۳۵، ص:۳۹۵

(۲۳) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر سوم، مکتوب:۳۵، ص:۲۳۰

(۲۴) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر سوم، مکتوب:۱۲۱، ص:۴۳۷

(۲۵) ارشادات مجدد الف ثانی، دفتر سوم، مکتوب:۳۴، ص:۳۹۳۔۳۹۴

(۲۶) حضرات القدس، ص: ۱۱۷

(۲۷) The Preaching of Islam, P:412

(۲۸) Encyclopedia of Religion and Ethics, vol:8, p:748

(۲۹) روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (۱۸/۱۵) تفسیر سورۃ النمل، رقم الآیۃ: ۶۵

(۳۰) روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (۲۲، ۲۱۸) تفسیر سورۃ الشوریٰ، رقم الآیۃ: ۹

(۳۱) تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ چہارم، تذکرہ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ، ص: ۳۵۸

(۳۲) تقصار جنود الأحرار، ص: ۱۱۱، ۱۱۲

(۳۳) بال جبریل

(۳۴) مقدمہ سیرت سید احمد شہید، ص: ۳۰۔۳۱

☆ استاذ شعبہ عربی بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان